تبصرہ کتب

مصنف: تھامس ایل فریڈمین

کتاب: اکیسویں صدی کی مختصر تاریخ

ترجمہ: نیر عباس زیدی

پبلشر: مقتدرہ قومی زبان

اشاعت: ۲۰۰۹ء

صفحات: ۶۳۵

قیمت: ۴۸۰ روپے

تبصرہ نگار: ڈاکٹر نعمت عظمیٰ*

'دنیا سب کے لیے' (اکیسویں صدی کی مختصر تاریخ)، تھامس ایل فریڈمین کی کتاب (The world is flat) کا اردو ترجمہ ہے۔ جیسا کہ کتاب کا موضوع بذاتِ خود اپنی وضاحت اور اہمیت سے آگاہ کرتا ہے۔ بلکہ قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتا ہے۔'دنیا سب کے لیے' ہے سے مصنف کی مراد یہ ہے کہ دنیا اب گول سے چپٹی ہوگئی ہے۔ چپٹے پن کی وضاحت کے لیے اس نے گلوبلائزیشن کو تین مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی گلوبلائزیشن کا عہد ۱۴۹۲ء–۱۸۰۰ء ہے، جب کولمبس نے اپنے بحری سفر کے دوران یہ اطلاع دی کہ دنیا گول ہے اور اس سے نئی اور پرانی دنیا میں تجارت کی شروعات ہوئیں۔اس گلوبلائزیشن نے دنیا کو سکیڑ کر بڑے سے درمیانے حجم کا بنا دیا۔ اس عہد میں وہ متحرک قوت جو تبدیلی کے لیے ایک کلیدی عنصر کی حیثیت رکھتی تھی وہ یہ تھی کہ آفاقی وابستگی کے لیے عالمی مسابقت اور مواقع کی موجودگی کے حوالے سے میرا ملک کہاں کھڑا ہے؟ اور یہ کہ دیگر ممالک سے استفادے کے لیے وہاں تک پہنچ کو کیسے ممکن العمل بنایا جا سکتا ہے؟ کولمبس کے عہد میں دولت کے وسائل ریشم، مصالحہ

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، پاکستان اٹامک انرجی کمیشن، اسلام آباد

جات اور قیمتی دھاتیں وغیرہ تھیں۔ گویا یہ ممالک کی گلوبلائزیشن تھی۔

گلوبلائزیشن کا دوسرا عہد تقریباً ۱۸۰۰ء-۲۰۰۰ء تک محیط ہے۔ اس عہد میں آفاقی وابستگی کے لیے متحرک قوت وہ بین الاقوامی کمپنیاں ہیں جو اپنے کام اور کاروبار کے حصول کے لیے پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ گلوبلائزیشن کے اس عہد میں تبدیلی کا کلیدی عنصر دھاتی ایجادات مثلاً دخانی جہاز، ریل کی پٹڑی، ٹیلی فون اور کمپیوٹر کا بنیادی ڈھانچہ تھیں۔ اور بنیادی ترجیحات عالمی معیشت کی دوڑ میں کمپنی کی موزونیت، مواقع سے استفادہ اور عالمی سطح پر دیگر کمپنیوں کے ساتھ کس طرح شریک کار ہونا وغیرہ شامل تھیں۔ گویا یہ کمپنیوں کی گلوبلائزیشن تھی۔

لیکن ۲۰۰۰ء کے قریب گلوبلائزیشن کا تیسرا عہد شروع ہوا جس کو مصنف نے تہرا سمٹاؤ کا نام بھی دیا ہے۔ اس عہد نے بیک وقت دنیا کو ''چھوٹے'' حجم سے ''چھوٹے ترین'' حجم اور مسابقت کے میدان کو ہموار کر دیا ہے۔ یہ عہد افراد اور چھوٹے گروہوں کو اس قابلیت کی بنیاد پر اختیار سونپ کر یہ ترغیب دے رہا ہے کہ وہ آسانی سے بلا واسطہ پر گلوبل سطح پر متعارف ہوسکیں۔ اس عہد کا یہی وصف جدید دنیا کو ''چپٹی دنیا'' سے منسوب کرتا ہے کہ اس نے افراد کو پوری دنیا میں کام کرنے کا اختیار دیا ہے۔ کولمبس کے برعکس مصنف کو سافٹ ویئر، ذہنی استعداد، پیچیدہ الگورزم، فاضل کارکنان، کال سنٹرز، ترسیلی قواعد، آپٹیکل انجینئرنگ جیسی ایجادات کی تلاش تھی جو کہ عہد حاضر میں دولت کمانے کا وسیلہ ہیں۔

دنیا کے چپٹے ہونے کا یہ عمل کس طرح پیش آیا؟ مصنف نے اس کی وضاحت کے لیے دنیا کے دس چپٹا کنندگان قوتوں (دیوار برلن کا گرنا، ویب کا پھیلاؤ اور نیٹ سکیپ، ورک فلو سافٹ ویئر، اپ لوڈنگ (آؤٹ سورسنگ، آف شورنگ، رسد کا سلسلہ، ان سورسنگ، ان فارمنگ، سٹیرائیڈز) کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے۔ یہ دس قوتیں بتاتی ہیں کہ دنیا کے مختلف حصوں میں رہنے والے افراد باہمی تعاون و اشتراک کے ایک منضبط سلسلے میں مربوط ہو کر ترقی اور خوشحالی کی طرف گامزن ہیں۔ وسعتِ علم اور بہتریٔ روزگار سرحد پار دیگر لوگوں سے کچھ سیکھ کر ہی ممکن ہے۔ یہ ایک اطلاعیاتی انقلاب ہے اور اس کا سہرا سائنسی آلات مثلاً فیکس مشینوں، ٹیلی فونوں اور بالآخر کمپیوٹر کے پھیلاؤ کو جاتا ہے۔ گلوبلائزیشن کا تیسرا عہد در اصل ان افراد سے متعلق ہے جو اپنے آپ کو آفاقیت کے دائرے میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ افراد اور کمپنیوں کے پاس ہر قسم کی مصنوعات میں (کمیونٹی ڈویلپمنٹ) کے لیے جدت و اختراعات لانے کے لیے اس فلیٹ ورلڈ پلیٹ فارم سے بہتر کوئی نعم البدل نہیں ہے۔

دنیا میں اس سے بڑا چپٹا کنندہ کوئی نہیں کہ دنیا کا تمام علم و معلومات یا اس کا ایک بڑا حصہ ہر شخص کے لیے کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ دستیاب ہو۔ آج صارفین بہت مستعد ہیں۔ وہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں، مصنوعات کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ سرچ انجنوں کی مدد سے روایتی طریقوں سے کہیں تیز رفتاری سے، کام اور خدمت سے متعلق معلومات بہتر طریقے سے جان سکتے ہیں۔ صحت اور تفریحی امور سے متعلق معلومات بھی اب ہر شخص کی دسترس میں ہے۔ اب قصبات بھی معلومات کے حصول میں پیچھے نہیں ہیں اور لوگوں کے پاس یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنی دلچسپی کے متعلق چیزوں سے مربوط ہو جائیں۔ متعلقہ مضامین کے ماہرین چاہیں تو ان لوگوں سے بھی رابطہ استوار کر سکتے ہیں جو ان کے ہم مزاج ہیں۔

گویا ان دس چپٹا کنندگان کے سمٹاؤ اور یکجا ہونے سے ایک نئے پلیٹ فارم کا آغاز ہو گیا ہے۔ یہ ایک عالمی ویب سائٹ سے مُرَصَّع پلیٹ فارم ہے اور اس سے کثیر الجہت تعاون و اشتراک ممکن ہے۔ یہ پلیٹ فارم افراد، گروہوں، کمپنیوں اور دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کو یہ صلاحیت بخشتا ہے کہ وہ جدتِ پیداوار، تعلیم، تحقیق، تفریح اور صد افسوس جنگ کی تیاری کے لیے اشتراک عمل کریں، جو پہلے کبھی نہیں تھا۔

چپٹی دنیا میں اشتراک عمل سے جدت و اختراع کے ساتھ ساتھ مصنف نے اس کے کچھ مضمرات پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ اگر کسی مخترع کی نجی ملکیت کے حوالے سے یکساں برتاؤ کیا جائے تو پھر دنیا یقینی طور پر چپٹی نہیں رہے گی، کیونکہ اب ٹیکنالوجی اس نہج پر پہنچ چکی ہے کہ جہاں کسی بھی چیز کی انتہائی مختصر وقت میں نقل کی جا سکتی ہے تو ایسے میں بہترین اختراع رکھنے والا انجینئر کیا کرے ''جب کوئی دوسرا فرد اسی چپٹی دنیا کے پلیٹ فارم اور اوزاروں کے استعمال سے کلوننگ کرے اور انٹرنیٹ کے ذریعے اس نئی چیز کو تقسیم کر دے''؟ لہٰذا جیسے جیسے دنیا چپٹی ہوتی چلی جائے گی ویسے ویسے عالمی حکمرانی کے لیے ایک ایسے نظام کی ضرورت پیش آتی رہے گی، جس میں ان دو انتہاؤں میں توازن رہے اور یہ توازن افراد اور کمپنیوں کے ملکیتی مفادات کا تحفظ ہے جو نئی، انوکھی اور مفید ایجادات کرتی ہیں۔ اور وہ گروہ جو ایک ادارے یا ہیئت کی صورت نہیں یا ان کا کوئی واضح منشور نہیں لیکن وہ حقیقی اہمیت کے حامل جدت کی تشکیل میں مصروف عمل ہیں۔

چپٹی دنیا میں مسابقت کے ہموار میدان سے بھرپور فائدہ اٹھانے والے دو ممالک ہندوستان اور

چین کو مصنف نے جہاں مثال کے طور پر پیش کیا ہے، وہاں انہوں نے امریکہ اور ترقی پذیر ممالک کو تیسرے سمٹاؤ کے مضمرات سے انتباہ بھی کیا ہے کہ وہ ان چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کیلئے کیا کچھ سوچیں۔

جنگ عظیم دوم کے بعد صرف امریکی معیشت اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی اور اگلے چالیس سال تک اس کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن یہ آسودگی ۱۹۹۰ء کی دہائی سے زوال پذیر ہونا شروع ہوئی جب ڈاٹ کام کے عروج نے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ وہ بغیر محنت و مشقت کے امیر کبیر ہو سکتے ہیں۔ یہی وہ وقت تھا جب امریکی اپنی تشکیل کردہ چپٹی دنیا کی تعریف میں لگے ہوئے تھے تو ہندوستان، چین اور مشرقی یورپ اس چپٹی دنیا سے استفادہ کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ امریکی وہ لوگ ہیں جنہیں مسابقت کے میدان کو ہموار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اس بحرانی کیفیت سے نکلنے کیلئے امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کو بھی درحقیقت اپنے تعلیمی ڈھانچے میں یکسر تبدیلی کرنا ہو گی، کیونکہ بقول مصنف سرد جنگ کے زمانے میں امریکہ کا روس کے ساتھ میزائل کے حوالے سے بڑا تنازع تھا اور امریکہ کو یہی بیرونی خطرہ تھا۔ مگر آج امریکہ کو تعلیم کے بنیادی ڈھانچے اور عزائم سے متعلق معاملات سے غرض ہونی چاہیے جو اسے اندر سے کھوکھلا کر رہی ہے۔ اگر امریکہ اس طرف سے غافل ہو گیا یہ خاموش بحران ہی حقیقی بحران ہو گا۔

اسی طرح ترقی پذیر ممالک کو چپٹے پن کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ''دروں بینی کی صلاحیت'' اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہر ملک انتہائی ایمانداری سے اپنی توانائیوں اور کمزوریوں کا جائزہ لے کر مسابقت اور مطابقت کی اس دوڑ میں شریک ہو سکتا ہے، کیونکہ نئے تصورات، جدید ٹیکنالوجی اور بہترین سرگرمیاں صرف آزاد اور مسابقت پر مبنی منڈیوں کے قیام کے رہین منت ہے۔

دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ نظریاتی متبادل اور قوت سے متعلق متبادل کسی بھی نظام میں پیدا ہو سکتے ہیں اور گلوبلائزیشن بھی ان سے مختلف نہیں ہو گی۔ چپٹا ہونے کا یہ عمل غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ مصنف نے گلوبلائزیشن کے ثمرات کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ تنقید نگاروں کے اس خدشے کا جواب بھی درج ذیل سوالات کے ذریعے دیا ہے، مثلاً وہ کون سے بڑے عوامل، قوتیں یا مسائل ہیں جو چپٹا ہونے کے اس مرحلے میں رکاوٹ کا باعث ہیں اور ان پر قابو پانے کے لیے ہمیں کس طرح سے ایک دوسرے پر قابو پانا ہے؟

پرانی طرز کی گھمسان کی جنگ یا اسی قسم کے اور ارضی، سیاسی تضادات دنیا کے چپٹا ہونے کے

عمل کو یا توست کر سکتے ہیں یا پھر غیر چپٹا بنا سکتے ہیں لیکن ان ارضی، سیاسی تضادات کو تعاون و اشتراک کی نئی جہتوں کے ذریعے جدید تر بنایا جا سکتا ہے، کیونکہ کوئی بھی دو ملک جو کسی بڑے رسدی سلسلے کا سرگرم حصہ ہوں وہ آپس میں کبھی جنگ نہیں کریں گے۔

چونکہ عراق، شام، جنوبی لبنان، شمالی کوریا، پاکستان، افغانستان اور ایران کسی بڑے رسدی سلسلے کا حصہ نہیں ہیں، اس لیے یہ سب ممالک شورش کا شکار رہتے ہیں، کسی بھی وقت پھٹ سکتے ہیں اور دنیا کے چپٹے ہونے کے عمل کو ست یا الٹ کر سکتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ نئی صلاحیتوں کا استعمال ''تعمیری انسانی مقاصد کے حصول کیلئے ہونا چاہیے نہ کہ احساسِ برتری کی تکمیل کے لیے''۔ انسانیت کے لیے فلاحی کام کرنے سے ہی انسانوں کو تمام تر قوت و صلاحیت حاصل ہو سکتی ہے اور یہی اللہ کی مدد ہے۔اس کرہ ارض کو یکجا رکھنے کے لیے ہمیں جو بات ذہن نشین کرنی چاہیے وہ جدوجہد ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹیکنالوجی کی ترقی۔ آئرس سکینز سے ایکسرے مشینوں تک۔ ہمیں ان لوگوں کی شناخت، انہیں بے نقاب کرنے اور انہیں قابو کرنے میں مدد دے گی جو اس چپٹی دنیا کے آسانی سے دستیاب ہونے والے اوزاروں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسی دنیا کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ محض ٹیکنالوجی ہی ہمیں محفوظ نہیں رکھ سکتی بلکہ ہمیں کوئی ایسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے جو ایسے لوگوں کے ''تخیلات'' پر اثر انداز ہو، جو اشتراک و تعاون، اوزار و وسائل کو اسی دنیا کی تباہی کے لیے استعمال کرتے ہیں کہ جس دنیا نے یہ اوزار ایجاد کیے ہیں لیکن یہ صرف اسی صورت ممکن ہے کہ ہر شخص انفرادی طور پر ایک مفید زندگی سے بھرپور تحمل و برداشت والا فکر انگیز ''تخیل'' اپنا ضابطہ حیات بنائے۔ ایک اچھا عالمی شہری بنتے ہوئے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ہم اپنے تخیلات سے خود بھرپور استفادہ کریں اور کبھی بھی ایسا نہ ہونے دیں کہ ہمارے تخیلات ہمیں بھٹکا کر کہیں اور لے جائیں۔